سورۃ المرسلات

ایاتھا ۵۰ ۷۷ سورۃ المرسلت مکیۃ ۳۳ رکوعاتھا ۲

حضرت حسن بصری، عکرمہ، عطا اور حضرت جابر کے قول کے مطابق یہ سورت مکی ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور قتادہ نے کہا: صرف ایک آیت مدنی ہے: وہ وَ اِذَا قِيْلَ لَهُمُ ارْكَعُوْا لَا يَرْكَعُوْنَ ﴿۴۸﴾ (المرسلات) (1) حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما نے کہا: سورۃ المرسلات نبی کریم ﷺ پر لیلۃ الجن میں نازل ہوئی تھی جب کہ ہم آپ ﷺ کے ساتھ چل رہے تھے یہاں تک کہ ہم نے منیٰ میں ایک غار میں پناہ لی تھی تو یہ سورت نازل ہوئی۔ اسی اثنا میں کہ ہم آپ سے سیکھ رہے تھے آپ کا دہن مبارک اس سے تر تھا کہ اچانک ایک سانپ جھپٹ پڑا ہم اس پر جھپٹے تا کہ ہم اس کو قتل کریں تو وہ چلا گیا تو نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”تم اس کے شر سے محفوظ رہے جس طرح وہ تمہارے شر سے محفوظ رہا“۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے غلام کریب سے مروی ہے: میں نے سورۃ المرسلات پڑھی تو حضرت عباس کی زوجہ حضرت ام الفضل رو پڑیں فرمایا: اے بیٹے! تو نے اپنی اس قراءت کے ساتھ مجھے یاد دلا دیا کہ یہ آخری سورت تھی جو میں نے رسول اللہ ﷺ کو مغرب کی نماز میں پڑھتے ہوئے سنی تھی، واللہ اعلم۔ اس کی پچاس آیتیں ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے۔

وَالْمُرْسَلٰتِ عُرْفًا ﴿۱﴾ فَالْعٰصِفٰتِ عَصْفًا ﴿۲﴾ وَّالنّٰشِرٰتِ نَشْرًا ﴿۳﴾ فَالْفٰرِقٰتِ فَرْقًا ﴿۴﴾
فَالْمُلْقِيٰتِ ذِكْرًا ﴿۵﴾ عُذْرًا اَوْ نُذْرًا ﴿۶﴾ اِنَّمَا تُوْعَدُوْنَ لَوَاقِعٌ ﴿۷﴾ فَاِذَا النُّجُوْمُ
طُمِسَتْ ﴿۸﴾ وَ اِذَا السَّمَآءُ فُرِجَتْ ﴿۹﴾ وَ اِذَا الْجِبَالُ نُسِفَتْ ﴿۱۰﴾ وَ اِذَا الرُّسُلُ
اُقِّتَتْ ﴿۱۱﴾ لِاَيِّ يَوْمٍ اُجِّلَتْ ﴿۱۲﴾ لِيَوْمِ الْفَصْلِ ﴿۱۳﴾ وَ مَآ اَدْرٰىكَ مَا يَوْمُ
الْفَصْلِ ﴿۱۴﴾ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۱۵﴾

”ان (ہواؤں کی) قسم جو پے در پے بھیجی جاتی ہیں پھر ان کی (قسم) جو تند و تیز ہیں اور ان کی (قسم) جو بادلوں کو پھیلانے والی ہیں پھر ان کی جو بادلوں کو پارہ پارہ کرنے والی ہیں پھر ان کی قسم جو (دلوں میں) ذکر کا القا کرنے والی ہیں حجت تمام کرنے کے لیے یا ڈرانے کے لیے۔ بے شک جس بات کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے وہ ضرور ہو کر رہے گی۔ پس اس وقت جب ستارے بے نور کر دیے جائیں گے اور جب آسمانوں میں شگاف پڑ

1۔ النکت والعیون، جلد 6، صفحہ 175

جائیں گے اور جب پہاڑ (خاک بنا کر) اڑا دیئے جائیں گے اور جب رسولوں کو وقت مقررہ پر اکٹھا کیا جائے گا (تمہیں علم ہے) کس دن کے لیے یہ ملتوی کیا گیا ہے فیصلہ کے دن کے لیے۔ (اے مخاطب!) تجھے کیا علم کہ فیصلہ کا دن کیسا ہے؟ تباہی ہو گی اس روز جھٹلانے والوں کے لیے"۔

وَالْمُرْسَلٰتِ عُرْفًا۝ جمہور مفسرین کی رائے ہے کہ مرسلات سے مراد ہوائیں ہیں۔ مسروق نے حضرت عبداللہ سے روایت نقل کی ہے فرمایا: اس سے مراد وہ فرشتے ہیں جنہیں معروف کے ساتھ بھیجا جاتا ہے جسے اللہ تعالیٰ کا حکم، اس کی نہی، وحی اور خبر دے کر بھیجا جاتا ہے یہی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، مقاتل، ابو صالح اور کلبی کا قول ہے۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: اس سے مراد انبیاء ہیں جنہیں لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کا پیغام دے کر بھیجا گیا؛ یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے۔ ابو صالح نے کہا: اس سے مراد رسل ہیں جنہیں معجزات کے ساتھ بھیجا جاتا ہے جن معجزات کے ذریعے ان کی پہچان ہوتی ہے (1)۔ حضرت ابن عباس اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہم سے مروی ہے: اس سے مراد ہوائیں ہیں جس طرح اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: وَاَرْسَلْنَا الرِّيٰحَ (الحجر: 22) اور ہم نے ہوائیں بھیجیں۔ ارشاد فرمایا: وَهُوَ الَّذِيْ يُرْسِلُ الرِّيٰحَ (الاعراف: 57) اور وہی ہوائیں بھیجتا ہے۔

عُرْفًا کا معنی ہے ان میں سے بعض، بعض کے پیچھے آتی ہیں جس طرح عرف الفرس۔ گھوڑے کی گردن کے بال۔ عرب کہتے ہیں: الناس إلى فلان عرف واحد۔ یہ جملہ اس وقت بولا جاتا ہے جب وہ اس آدمی کی طرف متوجہ ہوں اور کثیر ہو جائیں۔ عُرْفًا حال ہونے کی حیثیت سے منصوب ہے یعنی ایسی ہوائیں جنہیں پے در پے بھیجا گیا۔ یہ بھی جائز ہے کہ مفعول مطلق ہو۔ یہ بھی جائز ہے کہ اس کو نصب حرف جر کے مضمر ہونے کی وجہ سے ہو گویا فرمایا: والمرسلات بالعرف اس سے مراد فرشتے ہیں یا اس سے مراد فرشتے اور رسول ہیں۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: یہ احتمال بھی موجود ہے کہ مرسلات سے مراد بادل ہیں کیونکہ اس میں نعمت اور عذاب ہوتا ہے کیونکہ یہ اس کی پہچان کرانے والے ہوتے ہیں جو ان کی طرف بھیجا گیا اور جن کی طرف بھیجا گیا۔ ایک قول یہ کیا گیا: اس سے مراد تنبیہات اور مواعظ ہیں اس تاویل پر عُرْفًا کا معنی پے در پے ہے جس طرح اونٹ کی گردن کے بال ہوتے ہیں؛ یہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا نقطہ نظر ہے۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: وہ عقول میں جانے پہچانے ہیں۔

فَالْعٰصِفٰتِ عَصْفًا۝ بغیر کسی اختلاف کے اس سے مراد ہوائیں ہیں؛ یہ مہدوی کا قول ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے: اس سے مراد تیز ہوائیں ہیں جو گھاس پھونس لاتی ہیں۔ عصف سے مراد کھیتی کے پتے اور ٹوٹی پھوٹی چیزیں ہیں جس طرح اللہ تعالیٰ نے فرمایا: فَيُرْسِلَ عَلَيْكُمْ قَاصِفًا (الاسراء: 69)

ایک قول یہ کیا گیا: عاصفات سے مراد وہ فرشتے ہیں جو ہوا پر مقرر ہیں جو انہیں تیزی سے چلاتے ہیں کہا جاتا ہے: عصف بالشئ یعنی اسے ہلاک کر دیا۔ ناقۃ عصوف جو اپنے سوار کو ہلاک کر دے وہ یوں گزر جاتی ہے گویا تیزی میں ہوا ہے۔ عصفت الحرب بالقوم۔ جنگ نے قوم کو ہلاک کر دیا۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: اس سے مراد وہ آیات ہیں جو تباہ و برباد کر دیتی ہیں جس طرح زلزلے اور زمین میں دھنس جانا۔

1۔ النکت والعیون، جلد 6، صفحہ 175

وَّالنّٰشِرٰتِ نَشْرًا ۝ اس سے مراد وہ فرشتے ہیں جو بادلوں پر معین ہیں جو ان بادلوں کو پھیلاتے ہیں۔ حضرت ابن مسعود اور مجاہد نے کہا: اس سے مراد وہ ہوائیں ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ بارش سے قبل بھیجتا ہے؛ یہ ابو صالح سے مروی ہے ابو صالح سے یہ بھی مروی ہے: اس سے مراد بارشیں ہیں کیونکہ وہ نباتات کو جنم دیتی ہیں یہاں نشر کا معنی زندہ کرنا ہوگا۔ کہا جاتا ہے: نشہ اللہ المیت۔ اللہ تعالیٰ نے مردہ کو زندہ کر دیا۔ سدی نے ان سے روایت کیا: اس سے مراد فرشتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی کتب کو پھیلاتے ہیں۔ ضحاک نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے کہ اس سے مراد انسانوں کے نامہ اعمال اور ان کے اعمال کو کھولنا ہے۔ ضحاک نے کہا: اس سے مراد وہ صحیفے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں بندوں کے اعمال کے ساتھ کھولے جاتے ہیں۔ ربیع نے کہا: اس سے مراد قیامت کے لیے اٹھانا ہے جن میں روحوں کو پھیلایا جائے گا۔ وَّالنّٰشِرٰتِ فرمایا ہے کیونکہ یہ دوسری قسم کا آغاز ہے۔

فَالْفٰرِقٰتِ فَرْقًا ۝ اس سے مراد وہ فرشتے ہیں جو حق و باطل میں فرق کرنے والے ہیں؛ یہ حضرت ابن عباس، مجاہد، ضحاک اور ابو صالح نے کہا۔ ضحاک نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے کہ اس سے مراد فرشتے جو روزی، رزق اور موت بانٹتے ہیں۔ ابن ابی نجیح نے مجاہد سے روایت نقل کی ہے: اس سے مراد وہ ہوائیں ہیں جو بادل کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیتی ہیں۔ سعید نے قتادہ سے روایت نقل کی ہے: اس سے مراد فرقان ہے اللہ تعالیٰ نے اس میں حق و باطل اور حلال و حرام میں فرق کر دیا ہے؛ یہ حضرت حسن بصری اور کیسان کا نقطہ نظر ہے۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: اس سے مراد وہ رسول ہیں جنہوں نے اوامر و نواہی کو بیان کیا۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: اس سے مراد بارش برسانے والے بادل ہیں، انہیں اس اونٹنی کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے جو حاملہ ہوتی ہے جب اس نے بچہ جنا ہوتا ہے تو وہ نکل پڑتی ہے اور دوڑتی ہے اور یہ بھی لفظ کہا جاتا ہے: نوق فوارق و فرق۔ بعض اوقات وہ ایسے بادل کو جو دوسرے بادلوں سے الگ تھلگ ہوتا ہے اس اونٹنی کے ساتھ تشبیہ دیتے ہیں۔ ذورمہ نے کہا:

أَوْ مُزْنَةٌ فارِقٌ يَجْلو غوارِبَها تَبَوُّجُ الْبَرْقِ والظَّلْماءُ عُلْجُومُ

یا الگ تھلگ بادل جس کے اطراف روشن ہیں اس کی بجلی موجزن ہے اور سیاہی شدید ہے۔

فَالْمُلْقِيٰتِ ذِكْرًا ۝ تمام علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ اس سے مراد فرشتے ہیں یعنی اللہ تعالیٰ کی کتب انبیاء تک پہنچاتے ہیں؛ یہ مہدوی نے کہا۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: اس سے مراد حضرت جبرئیل علیہ السلام ہیں ان کے لیے جمع کا ذکر کیا کیونکہ جبریل امین فرشتوں کے ساتھ اترتے ہیں۔ ایک قول یہ کیا گیا: اس سے مراد رسول ہیں اللہ تعالیٰ ان کی طرف جو نازل کرتا ہے وہ اپنی امتوں تک پہنچاتے ہیں؛ یہ قطرب کا قول ہے۔ حضرت ابن عباس نے اسے فالملقیات بھی پڑھا ہے یعنی قاف کو مشدد اور مفتوح۔ یہ اسی طرح ہے جس طرح اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: وَ اِنَّكَ لَتُلَقَّى الْقُرْاٰنَ (نمل: 6) اور بے شک آپ کو سکھایا جاتا ہے قرآن حکیم۔

عُذْرًا اَوْ نُذْرًا ۝ وہ وحی کو لیتے ہیں اللہ تعالیٰ کی جانب سے حجت تمام کرنے کے لیے اور مخلوقات کو اس کے عذاب سے

خبردار کرنے کے لیے؛ یہ فراء نے کہا: ابو صالح سے مروی ہے: اس سے مراد رسول ہیں جو حجت تمام کرتے ہیں اور خبردار کرتے ہیں۔ سعید نے قتادہ سے یہ قراءت نقل کی ہے۔ عُذْرًا اللہ تعالیٰ کی جانب سے مخلوقات کے لیے حجت تمام کرنے کے لیے اور مومنوں کو خبردار کرنے کے لیے کیونکہ مومن ہی اس سے نفع حاصل کرتے ہیں اور اسے اپناتے ہیں۔

ضحاک نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے کہ عُذْرًا سے مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے اولیاء کو جو توبہ القاء کرتا ہے اور نُذْرًا سے مراد ہے وہ اپنے دشمنوں کو ڈراتا ہے۔ ابو عمرو، حمزہ، کسائی اور حفص نے اَوْ نُذْرًا ذال کے سکون کے ساتھ پڑھا ہے۔ ساتوں قراء نے عذرا کو ذال کے سکون کے ساتھ پڑھا ہے صرف جعفی اور اعشیٰ نے ابو بکر سے وہ عاصم سے ذال کے ضمہ کے ساتھ روایت نقل کرتے ہیں یہی چیز حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، حضرت حسن بصری اور دوسرے علماء سے مروی ہے۔ ابراہیم تیمی اور قتادہ نے اسے عذرا ونذرا واؤ عاطفہ کے ساتھ نقل کیا ہے درمیان میں او کا ذکر نہیں کیا۔ یہ دونوں اعزار اور انذار سے اسم فاعل کے معنی میں ہو کر منصوب ہیں۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: یہ اسم مفعول کے معنی میں ہو کر منصوب ہیں۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: یہ ذکرا سے بدل ہے یعنی وہ عذر اور نذر کو القاء کرنے والے ہیں۔ ابو علی نے کہا: عاذر اور ناذر کی جمع کے طور پر عذرا اور نذرا پڑھنا بھی درست ہے جس طرح اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: هٰذَا نَذِيْرٌ مِّنَ النُّذُرِ الْاُوْلٰى ﴿۵۶﴾ (النجم) یہ ڈرانے والا (رسول عربی) بھی پہلے ڈرانے والوں کی طرح ہے۔ پھر یہ الملقیات سے حال ہوں گے یعنی وہ ذکر القاء کرتے ہیں اس حال میں کہ وہ حجت تمام کرتے ہیں اور خبردار کرتے ہیں یا یہ ذکرا کے مفعول ہیں یعنی وہ ذکر کو القاء کرتے ہیں تاکہ وہ عُذْرًا اور نُذْرًا یاد دلائیں۔ مبرد نے کہا: یہ جمع کا صیغہ ہے اس کی واحد عذیر اور نذیر ہے۔

اِنَّمَا تُوْعَدُوْنَ لَوَاقِعٌ ۞ جو قسم پہلے گزری ہے یہ اس کا جواب ہے یعنی قیامت کے امر کا جو تم سے وعدہ کیا گیا ہے وہ تم پر واقع ہو کر رہے گا پھر اس کے وقوع کا وقت بیان کیا۔

فَاِذَا النُّجُوْمُ طُمِسَتْ ۙ وَ اِذَا السَّمَآءُ فُرِجَتْ ۙ وَ اِذَا الْجِبَالُ نُسِفَتْ ۞ جب ستاروں کی روشنی اور ان کا نور ختم ہو جائے گا جس طرح لکھی ہوئی چیز کو مٹا دیا جائے کہا جاتا ہے: طمس الشئ جب وہ اس چیز کو مٹا دے اس سے طمس آتا ہے اس سے اسم مفعول مطموس ہے۔

جب آسمانوں کو کھول دیا جائے گا اور انہیں پھاڑ دیا جائے گا، اسی معنی میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: وَّ فُتِحَتِ السَّمَآءُ فَكَانَتْ اَبْوَابًا ﴿۱۹﴾ (النبا) اور آسمانوں کو کھول دیا جائے گا اور وہ دروازے دروازے ہو جائیں گے۔ ضحاک نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے: انہیں لپیٹنے کے لیے کھول دیا جائے گا۔

اور جب پہاڑوں کو جلدی سے لے جایا جائے گا۔ کہا جاتا ہے: نَسفتُ الشی اَنسفتُه۔ جب تو نے سب کو تیزی سے لے لیا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور کلبی کہا کرتے تھے: سُوِّيَت بالأرض، پہاڑوں کو زمین کے ساتھ برابر کر دیا جائے گا عرب کہتے ہیں: فرس نسوف یہ لفظ اس وقت کہتے ہیں جب گھوڑا اپنے تنگ کو پیچھے ہٹائے۔ مبشر نے کہا: نَسُوفٌ لِلحزَام بمرفقيها وہ اپنی دونوں کہنیوں کے ساتھ تنگ کو پیچھے ہٹاتا ہے عرب کہتے ہیں: نَسَفَتِ النَاقةُ الكلأ۔ اونٹنی نے گھاس کو چرا۔

مبرد نے کہا: معنی ہے پہاڑوں کو ان کی جگہ سے اکھاڑ لیا جائے گا۔ جو آدمی اپنے دونوں پاؤں کو زمین سے اٹھا لیتا ہے اسے دوسرا آدمی کہتا ہے: آنسفت رجلاہ۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: نسف کا معنی اجزاء کو بکھیرنا ہے یہاں تک کہ ہوائیں انہیں اڑا دیں اسی سے ایک جملہ بولا جاتا ہے: نسف الطعام وہ کھانے کو حرکت دیتا ہے تا کہ ہوا اس میں موجود تنکے کو ختم کر دے۔

وَ اِذَا الرُّسُلُ اُقِّتَتْ ○ جب رسولوں کو وقت مقررہ یعنی قیامت کے دن اکٹھا کیا جائے گا وقت سے مراد وہ وقت ہے جس تک کسی کام کو مؤخر کیا جاتا ہے۔ معنی یہ ہو گا رسولوں اور ان کی امتوں کے درمیان فیصلہ کرنے کے لیے وقت مقرر کر دیا گیا ہے جس طرح اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: **یَوْمَ یَجْمَعُ اللّٰهُ الرُّسُلَ** (المائدہ: 109) جس روز اللہ تعالیٰ رسولوں کو جمع کرے گا۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: یہ دنیا میں ہو گا یعنی رسولوں کو اس مخصوص وقت میں جمع کیا جائے گا جو کفار کے عذاب کے لیے مقرر کیا گیا ہے جنہوں نے رسولوں کو جھٹلایا تھا اس کی وجہ یہ ہے کہ کفار کو مہلت دی گئی قیامت کے روز تمام شکوک زائل کر دیئے جائیں گے پہلی تعبیر سب سے اچھی ہے کیونکہ توقیت کا معنی ہے ایسی چیز جو قیامت کے روز واقع ہو گی جس طرح بے نور کرنا، پہاڑوں کو اڑانا، آسمانوں کو پھاڑنا یہ قیامت کے وقوع سے قبل مناسب نہیں۔ ابو علی نے کہا: روز جزا اور فیصلہ کے دن کو اس کے لیے معین کر دیا گیا ہے۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: **اُقِّتَتْ** کا معنی ہے وعدہ کیا گیا اور مہلت دی گئی ہے۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: اللہ تعالیٰ کا جیسا علم اور ارادہ تھا اسی کے مطابق انہیں معلوم اوقات میں بھیجا گیا۔ اقتت میں ہمزہ واؤ کا بدل ہے؛ یہ فراء اور زجاج نے کہا۔ فراء نے کہا: ہر واؤ جو مضموم ہو اس کا ضمہ لازم ہو اس کو ہمزہ سے بدلنا جائز ہے تو کہتا ہے: صلی القوم احدانا یہ اصل میں وحدانا تھا۔ عرب کہتے ہیں: ھذہ أجوہ حسان اصل میں وجوہ تھا یہ قاعدہ اس لیے جاری کیا گیا کیونکہ واؤ کا ضمہ ثقیل ہے **لَا تَنْسَوُا الْفَضْلَ بَیْنَكُمْ** (بقرہ: 237) باہم فضل کرنے کو نہ بھولو۔ یہاں واؤ کو ہمزہ سے بدلنا جائز نہیں کیونکہ ضمہ لازمی نہیں؛ یہ ابو عمرو، حمید، حسن اور نصر کی قراءت ہے۔ عاصم اور مجاہد نے وُقِتَتْ پڑھا ہے یہی اس کی اصل ہے۔ ابو عمرو نے کہا: اسے اُقِّتَتْ پڑھے گا جو وجوہ کو اجوہ پڑھتا ہے۔ ابو جعفر، شیبہ اور اعرج نے وُقِتَتْ پڑھا ہے یعنی واؤ اور قاف کی تخفیف کے ساتھ پڑھا ہے یہ وقت سے فُعِلت کا وزن ہے۔ اس سے **كِتٰبًا مَّوْقُوْتًا ○** (النساء) ہے۔ حضرت حسن بصری سے وُوْقِتت دو واؤ کے ساتھ ہے یہ وقت سے باب مفاعلہ کا صیغہ ہے جس طرح عوھدت ہے اگر ان دونوں قراءتوں میں واؤ کو الف سے بدل دیا جائے تو یہ جائز ہے۔ یحیٰ، ایوب، خالد بن الیاس اور سلام نے اقتت پڑھا ہے کیونکہ یہ مصحف عثمانی میں الف کے ساتھ لکھا ہوا ہے۔

لِاَیِّ یَوْمٍ اُجِّلَتْ ○ یعنی اسے مؤخر کیا گیا، یہ اس دن کی عظمت شان کو بیان کرنا یہ تعظیم بیان کرنے کے لیے استفہام کا انداز اپنایا گیا ہے۔

لِیَوْمِ الْفَصْلِ ○ فیصلہ کے دن تک اسے مؤخر کر دیا گیا ہے۔ سعید نے قتادہ سے روایت نقل کی ہے: اللہ تعالیٰ اس روز لوگوں کے درمیان جنت میں بھیجنے یا جہنم میں بھیجنے کا فیصلہ فرمائے گا۔ حدیث طیبہ میں ہے ”جب قیامت کے روز لوگوں کو اٹھایا جائے گا وہ چالیس سال تک اس طرح کھڑے رہیں گے کہ ان کے سروں پر سورج ہو گا ان کی آنکھیں آسمان کی طرف لگی ہوں گی وہ فیصلہ کے انتظار میں ہوں گے“۔

وَمَاۤ اَدْرٰىكَ مَا يَوْمُ الْفَصْلِ ﴿١٤﴾ تعظیم کے بعد تعظیم کا ذکر کیا یعنی آپ کو کس نے بتایا کہ یوم فصل کیا ہے؟

وَيْلٌ يَّوْمَىِٕذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿١٥﴾ جو اللہ تعالیٰ اس کے رسولوں، اس کی کتابوں اور یوم قیامت کو جھٹلائے اس کے لیے عذاب اور رسوائی ہے۔ یہ وعید ہے۔ اس سورت میں ہر آیت میں جھٹلانے والوں کا ذکر کیا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کی تکذیب کے حساب سے ان کے درمیان عذاب کو تقسیم کر دیا، کیونکہ ایک شی کو جھٹلانے والے کے لیے ایک عذاب ہے جو دوسری چیز کے جھٹلانے والے کے عذاب سے مختلف ہے کیونکہ بعض چیزوں کی تکذیب جرم میں دوسری شے کی تکذیب سے بڑھ کر ہوتی ہیں کیونکہ وہ تکذیب میں بہت ہی قبیح اور اللہ تعالیٰ کا رد کرنے میں بڑھ کر ہوتی ہیں تو ہلاکت اسی حساب سے ان پر تقسیم کی جاتی ہے جس طرح اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: جَزَآءً وِّفَاقًا ﴿٢٦﴾ (النباء) موافق جزا۔

حضرت نعمان بن بشیر سے مروی ہے کہا: ویل جہنم میں ایک وادی ہے اس میں کئی قسم کے عذاب ہیں (1) یہی بات حضرت ابن عباس اور دوسرے علماء نے کہی ہے۔ حضرت ابن عباس نے کہا: جب جہنم ٹھنڈی ہو جائے گی تو اس کا ایک انگارہ لیا جائے گا اسے اس جہنم پر پھینکا جائے گا تو اس کا بعض بعض کو کھا جائے گا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے فرمایا: ''مجھ پر جہنم پیش کی گئی تو میں نے ویل سے بڑھ کر کوئی وادی نہیں پائی''۔ ایک روایت یہ کی گئی ہے: یہ جہنمیوں کی پیپ کے جمع ہونے کی جگہ ہے۔ دنیا میں بندے جانتے ہیں کہ دنیا میں سب سے بری جگہ وہ ہوتی ہے جہاں مرداروں اور حماموں کے پانیوں میں سے گندگیاں جمع ہوتی ہیں۔ یہ ذکر کیا گیا ہے وہ وادی ایسی ہے جہاں کفار اور مشرکوں کی پیپ جمع ہو جاتی ہے تاکہ دانشمند جان لیں اس سے بڑھ کر کوئی چیز گندی نہیں، اس سے زیادہ کوئی چیز بدبودار نہیں، اس سے بڑھ کر کوئی چیز کڑوی نہیں اور اس سے بڑھ کر کوئی چیز سیاہ نہیں۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی صفت اس عذاب سے بیان کی جس کو یہ وادی متضمن ہے کہ وہاں جہنم میں سب سے بڑی وادی ہے اللہ تعالیٰ نے اس سورت میں اس وعید کا ذکر کیا۔

اَلَمْ نُهْلِكِ الْاَوَّلِيْنَ ﴿١٦﴾ ثُمَّ نُتْبِعُهُمُ الْاٰخِرِيْنَ ﴿١٧﴾ كَذٰلِكَ نَفْعَلُ بِالْمُجْرِمِيْنَ ﴿١٨﴾
وَيْلٌ يَّوْمَىِٕذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿١٩﴾

''کیا ہم نے ہلاک نہیں کر دیا جو ان سے پہلے تھے۔ پھر ہم ان کے پیچھے پیچھے بھیج دیں گے بعد میں آنے والوں کو۔ گناہگاروں کے ساتھ ہم ایسا ہی سلوک کرتے ہیں۔ تباہی ہوگی اس روز جھٹلانے والوں کے لیے''۔

حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تک گزشتہ امتوں میں سے جن کفار کو ہلاک کیا گیا اس کی خبر دی جا رہی ہے پھر ہم بعد والوں کو پہلوؤں کے ساتھ ملا دیں گے، جس طرح ہم نے پہلے لوگوں کے ساتھ کیا ہم قریش کے مشرکوں کے ساتھ بھی ایسا ہی کریں گے یا تو تلوار کا وار کر کے یا ہلاک کر کے۔ عام قراء نے ثم نتبعهم رفع کے ساتھ پڑھا ہے کہ یہ جملہ مستانفہ ہے اعرج نے نتبعهم جزم کے ساتھ پڑھا ہے کہ یہ نُهْلِكِ الْاَوَّلِيْنَ ○ پر معطوف ہے جس طرح تو کہتا ہے: الم تزرني اکرمک۔ مراد اس سے یہ ہے کہ رسولوں کے اوقات کے مختلف ہونے کے ساتھ اس نے مختلف قوموں کو یکے بعد دیگرے

1۔ المحرر الوجیز، جلد 5، صفحہ 418

ہلاک کیا۔ پھر اس کلام سے نیا کلام شروع کیا۔ كَذٰلِكَ نَفْعَلُ بِالْمُجْرِمِيْنَ۝ اس سے یہ ارادہ کیا کہ اس کے بعد جنہیں ہلاک کرے گا۔ یہ بھی جائز ہے نُتْبِعُهُمُ میں پے در پے حرکات کی وجہ سے تخفیف کرتے ہوئے ساکن پڑھا ہو۔ تخفیف کے لیے اسکان بھی مروی ہے۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی قراءت میں ثم سنتبعهم ہے كَذٰلِكَ میں کاف محل نصب میں ہے یعنی اس ہلاکت کی طرح ہم ہر مشرک کے ساتھ کریں گے۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: اس کا معنی ہے دنیا میں ان کی ہلاکت کی ہولناکی بیان کی جارہی ہے۔ تاکہ عبرت دلائی جائے: ایک قول یہ کیا گیا ہے: یہ آخرت میں ان کے عذاب کی خبر دی جارہی ہے۔

اَلَمْ نَخْلُقْكُّمْ مِّنْ مَّآءٍ مَّهِيْنٍ۝ فَجَعَلْنٰهُ فِيْ قَرَارٍ مَّكِيْنٍ۝ اِلٰى قَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ۝ فَقَدَرْنَا ۖ فَنِعْمَ الْقٰدِرُوْنَ۝ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ۝

"کیا ہم نے تمہیں حقیر پانی سے پیدا نہیں فرمایا، پھر ہم نے رکھ دیا اسے ایک محفوظ جگہ (رحم مادر) میں ایک معین مدت تک، پھر ہم نے ایک اندازہ ٹھہرایا، پس ہم کتنے بہتر اندازہ ٹھہرانے والے ہیں۔ تباہی ہوگی اس روز جھٹلانے والوں کے لیے"۔

اَلَمْ نَخْلُقْكُّمْ مِّنْ مَّآءٍ مَّهِيْنٍ۝ مَّهِيْنٍ کا معنی کمزور اور حقیر ہے۔ اس سے مراد نطفہ ہے اس کا ذکر ہو چکا ہے۔ جو آدمی یہ کہتا ہے کہ جنین کی پیدائش صرف مرد کے پانی سے ہوتی ہے اس کی دلیل یہی آیت ہے۔ اس کے بارے میں گفتگو گزر چکی ہے۔

فَجَعَلْنٰهُ فِيْ قَرَارٍ مَّكِيْنٍ۝ قَرَارٍ مَّكِيْنٍ سے مراد محفوظ جگہ ہے وہ رحم ہے۔

اِلٰى قَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ۝ اتنے عرصہ تک جس میں ہم اس کی تصویر بنا دیں، لیکن قول یہ کیا گیا ہے: ولادت کے عرصہ تک۔

فَقَدَرْنَا نافع اور کسائی نے اسے فقدّرنا مشدد پڑھا ہے جبکہ باقی قراء نے اسے مخفف پڑھا ہے یہ دونوں لغتیں ایک ہی معنی میں ہیں۔ کسائی، فراء اور قتبی نے یہی کہا ہے۔ قتبی نے کہا: قدرنا بھی قدرناہ کے معنی میں ہے جس طرح تو کہتا ہے: قدرت كذا، قدرته۔ اس معنی میں چاند کے متعلق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: اذا غم عليكم فاقدروا له (1) یعنی اس کی رفتار اور منازل کا اندازہ لگاؤ۔ محمد بن جہیم نے فراء سے روایت نقل کی ہے: فَقَدَرْنَا۔ حضرت علی شیر خدا سے مشدد اور مخفف دونوں طرح مروی ہے۔ کہا: یہ بعید نہیں مشدد اور مخفف ہونے کی صورت میں معنی ایک ہو کیونکہ عرب کہتے ہیں: قدر عليه الموت، قدّر عليه الموت۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: نَحْنُ قَدَّرْنَا بَيْنَكُمُ الْمَوْتَ (الواقعہ: 60) ہم نے تمہارے درمیان موت کو مقدر کر دیا۔ اس میں بھی قدرنا کو مشدد اور مخفف دونوں پڑھا گیا ہے۔ اس طرح قدر عليه رزقه وقدّر۔ دونوں طرح ہے۔ جنہوں نے اس کو مخفف پڑھا ہے انہوں نے استدلال کیا ہے اور کہا: اگر یہ مشدد ہوتا تو بعد میں فَنِعْمَ الْقٰدِرُوْنَ۝ ہوتا۔ فراء نے کہا: عرب دو لغتوں کو جمع کر لیتے ہیں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: فَمَهِّلِ الْكٰفِرِيْنَ اَمْهِلْهُمْ رُوَيْدًا۝ (الطارق) کافروں کو مہلت

1۔ صحیح بخاری، کتاب الصوم، باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا رایتم الهلال

دیجئے انہیں کچھ مہلت دیجئے۔

اعشی نے کہا:

وأنكرتني وما كان الذى نكرت من الحوادثِ إلا الشيبَ والصلعا

انہوں نے مجھے عجیب جانا اور حوادثات میں سے صرف بڑھاپا اور گنجا پن عجیب جانا جاتا۔

عکرمہ سے مروی ہے: فَقَدَرْنَا معنی یہ قدرت سے مخفف ہے؛ یہ ابوعبید، ابوحاتم اور کسائی کا پسندیدہ نقطہ نظر ہے۔

فَنِعْمَ الْقٰدِرُوْنَ ۝ جس نے فعل کو مشدد پڑھا ہے وہ قادرون کو تقدیر سے مشتق مانتا ہے یعنی ہم نے شقی اور سعید کو مقدم کیا ہم کتنے اچھے مقدر کرنے والے ہیں۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ روایت نقل کی ہے کہ ہم نے اسے لمبا اور چھوٹا مقدر کیا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی اسی کی مثل مروی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بھی مروی ہے کہ معنی ہے ہم اس کے مالک ہیں۔ مہدوی نے کہا: یہ تفسیر تخفیف کی قراءت کے زیادہ مشابہ ہے۔

میں کہتا ہوں: یہ صحیح ہے کیونکہ عکرمہ نے اسے تخفیف کے ساتھ پڑھا ہے یا اس کا معنی ہے ہم اس کے مالک ہوتے تو ہم کتنے اچھے مالک ہیں۔ دونوں کلمات نے مختلف معانی دیئے یعنی ہم نے ولادت اور نطفہ کے احوال کو مقدر کیا جب وہ ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف منتقل ہوتے ہیں یہاں تک کہ وہ مکمل انسان بن جاتا ہے یا بدبخت اور سعادت مند بن جاتا ہے یا لمبا اور چھوٹا ہو جاتا ہے۔ یہ سب تشدید کے طریقہ پر ہے۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: دونوں کا معنی ایک ہے جس طرح ہم نے ذکر کیا۔

اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ كِفَاتًا ۝ اَحْيَآءً وَّاَمْوَاتًا ۝ وَّجَعَلْنَا فِيْهَا رَوَاسِيَ شٰمِخٰتٍ وَّ
اَسْقَيْنٰكُمْ مَّآءً فُرَاتًا ۝ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ۝

''کیا ہم نے نہیں بنایا زمین کو سمیٹنے والی تمہارے زندوں اور مردوں کو اور ہم نے ہی بنا دیئے اس میں خوب جمے ہوئے اونچے پہاڑ اور ہم نے ہی تمہیں میٹھا پانی پلایا۔ تباہی ہوگی اس دن جھٹلانے والوں کے لیے''۔

اس میں دو مسئلے ہیں:

جسم اور اس کے اعضاء کو زمین میں دفن کرنا واجب ہے

مسئلہ نمبر 1۔ اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ كِفَاتًا ۝ کیا ہم نے نہیں بنایا زمین کو جمع کرنے والی زندوں کو روئے زمین پر اور مردوں کو اس کے بطن میں۔ یہ اس امر پر دال ہے کہ میت کو چھپانا، اسے دفن کرنا، اس کے بالوں کو دفن کرنا اور وہ تمام چیزیں جن کو وہ اپنے جسم سے الگ کرتا ہے دفن کرنا اور اس میں چھپانا واجب ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: ''اپنے ناخن کاٹو اور کٹے ہوئے ناخن زمین میں دفن کر دو'' (1)۔ اس کی وضاحت سورۂ بقرہ میں گزر چکی ہے یہ جملہ بولا جاتا ہے: كفت

1۔ نوادر الاصول، صفحہ 45

الشئ اکفتہ یعنی میں نے اسے جمع کیا کفت کا معنی جمع کرنا اور ملانا ہے۔ سیبویہ نے یہ شعر پڑھا ہے:

كِرَامٌ حِينَ تَنْكَفِتُ الأَفَاعِي إِلَى أَحْجَارِهِنَّ مِنَ الصَّقِيعِ

وہ اس وقت بھی سخی ہوتے ہیں جب سانپ سخت ٹھنڈک کی وجہ سے اپنی بلوں میں سمٹ جاتے ہیں۔

ابو عبید نے کہا: کِفَاتًا کا معنی برتن ہیں نحی کو کفت اور کفیت کہتے ہیں کیونکہ وہ دودھ کو جمع کرتی ہے۔ کہا:

فَأَنْتَ الْيَوْمَ فَوْقَ الأَرْضِ حَيًّا وَأَنْتَ غَدًا تَضُمُّكَ فِي كِفَاتِ

آج تو زمین پر زندہ ہے اور کل تجھے زمین پہلوؤں میں جمع کرے گی۔

امام شعبی ایک جنازہ میں نکلے آپ نے ایک قبرستان دیکھا فرمایا: یہ مردوں کو جمع کرنے والے برتن ہیں۔ پھر گھروں کی طرف دیکھا فرمایا: یہ زندوں کو جمع کرنے والے برتن ہیں۔

ان آیات سے مستنبط دیگر احکام و مسائل

مسئلہ نمبر 2۔ ایک کفن چور کے بارے میں ربیع سے پوچھا گیا۔ کہا: اس کا ہاتھ کاٹا جائے گا۔ ان سے پوچھا گیا: آپ نے یہ بات کیوں کی؟ فرمایا: اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: ''کیا ہم نے زمین کو زندوں اور مردوں کو جمع کرنے والا نہیں بنایا''۔ زمین محفوظ جگہ ہے۔ سورۂ مائدہ میں یہی بات گزر چکی ہے۔ لوگ بقیع غرقد کو کفتہ کہتے تھے کیونکہ یہ قبرستان ہے جو مردوں کو جمع کرتی ہے۔ زمین زندوں کو ان کے گھروں میں جمع کرتی ہے اور مردوں کو ان کی قبروں میں جمع کرتی ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے: لوگ روئے زمین پر قرار پذیر ہوتے ہیں پھر زمین پر پہلو کے بل لیٹتے ہیں ان میں سے کچھ اس کے ساتھ مل جاتے ہیں۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: یہ زندوں کے برتن ہیں یعنی انسان سے جو فضلات نکلتے ہیں انہیں زمین میں دفن کر دیا جاتا ہے۔ لوگوں کا اس کے اوپر ہونا اس میں ملانے کا کوئی تصور نہیں ضم کا لفظ تمام وجوہ سے احاطہ کرنے کے معنی میں آتا ہے۔ اخفش، ابو عبید اور مجاہد نے اپنے دونوں میں سے ایک قول میں کہا: اَحْیَآءً اور اموات کا مرجع ارض ہے یعنی زمین دو قسموں میں منقسم ہے زندہ جو فصل اگاتی ہے، مردہ جو کوئی چیز نہیں اگاتی۔ فراء نے کہا: اَحْیَآءً اور اَمْوَاتًا اس وجہ سے منصوب ہے کہ یہ کفات کے مفعول یہ ہیں معنی ہوگا کیا ہم نے زمین کو زندہ اور مردہ جمع کرنے والا نہیں بنایا جب تو انہیں تنوین دے گا تو تو انہیں نصب دے گا جس طرح اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: اَوْ اِطْعٰمٌ فِیْ یَوْمٍ ذِیْ مَسْغَبَةٍ ۝ یَّتِیْمًا (البلد) یا بھوک والے دن یتیم کو کھانا کھلانا۔ ایک قول یہ کیا گیا: یہ الْاَرْضَ سے حال ہونے کی وجہ سے منصوب ہے یعنی زمین میں سے کچھ اس طرح اور کچھ اس طرح۔ اخفش نے کہا: کِفَاتًا یہ کافتتکی جمع ہے الْاَرْضَ سے مراد جمع ہے اس وجہ سے جمع کے ساتھ اس کی لغت بیان کی جاتی ہے خلیل نے کہا: تکفیت کا معنی کسی شی کو الٹ دینا، ظاہر کو باطن بنا دینا اور باطن کو ظاہر بنا دینا یہ جملہ بولا جاتا ہے: انکفت القوم الی منازلھم لوگ اپنے گھروں کو واپس چلے گئے۔

کفات کا معنی یہ ہوگا وہ زمین کے اوپر تصرف کرتے ہیں اور اس کی طرف پلٹ آتے ہیں اور انہیں اس میں دفن کیا جاتا ہے۔

وَّ جَعَلْنَا فِیْهَا رَوَاسِیَ شٰمِخٰتٍ وَّ اَسْقَیْنٰكُمْ مَّآءً فُرَاتًا ۝ ھا ضمیر سے مراد زمین ہے۔ رَوَاسِیَ سے مراد پہاڑ ہیں۔ رَوَاسِیَ سے مراد ثبت ہیں۔ شٰمِخٰتٍ سے مراد لمبے ہیں اس معنی میں کہا جاتا ہے: شمخ بانفہ جب وہ تکبر کرتے ہوئے اپنے

تاکہ وہ اوپر اٹھائے اور ہم نے تمہارے لیے پانی بنا دیا ہے۔ فرات سے مراد میٹھا پانی ہے جس کو پایا جاتا ہے اور اس سے کھیتی سیراب کی جاتی ہے۔ یعنی ہم نے پہاڑوں کو پیدا کیا اور میٹھا پانی نازل کیا یہ امور دوبارہ اٹھائے جانے سے زیادہ عجیب ہیں (1)۔ ایک حدیث میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: زمین میں جنت سے فرات، دجلہ اور نہر اردن ہے۔ صحیح مسلم میں ہے سیحان، جیحان، نیل اور فرات عام جنت کے دریا ہیں (2)۔

اِنْطَلِقُوْۤا اِلٰى مَا كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ (29) اِنْطَلِقُوْۤا اِلٰى ظِلٍّ ذِیْ ثَلٰثِ شُعَبٍ (30) لَّا ظَلِیْلٍ وَّ لَا یُغْنِیْ مِنَ اللَّهَبِ (31) اِنَّهَا تَرْمِیْ بِشَرَرٍ كَالْقَصْرِ (32) كَاَنَّهٗ جِمٰلَتٌ صُفْرٌ (33) وَیْلٌ یَّوْمَىٕذٍ لِّلْمُكَذِّبِیْنَ (34)

''انہیں حکم ملے گا چلو اس (آگ) کی طرف جس کو تم جھٹلایا کرتے تھے۔ چلو اس سایہ کی طرف جو تین شاخوں والا ہے، نہ وہ سایہ دار ہے اور نہ وہ بچاتا ہے آگ کی لپیٹ سے، وہ جہنم پھینک رہی ہوگی بڑے بڑے انگارے جیسے محل گویا وہ زرد رنگ کے اونٹ ہیں۔ تباہی ہوگی اس دن جھٹلانے والوں کے لیے''۔

اِنْطَلِقُوْۤا اِلٰى مَا كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ (29) یعنی کفار کو کہا جائے گا: جس عذاب کو تم جھٹلاتے تھے اس کی طرف تم چلو تم نے اسے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا ہے۔

اِنْطَلِقُوْۤا اِلٰى ظِلٍّ ذِیْ ثَلٰثِ شُعَبٍ (30) لَّا ظَلِیْلٍ وَّ لَا یُغْنِیْ مِنَ اللَّهَبِ (31) ایسے دھویں کی طرف چلو جو اوپر اٹھتا ہے تو تین حصوں میں تقسیم ہو جاتا ہے۔ عظیم دھویں کی یہی صورتحال ہوتی ہے جب وہ اوپر اٹھتا ہے تو شاخوں والا ہو جاتا ہے پھر سایہ کی صفت بیان کی، یعنی وہ ایسا سایہ نہیں ہوگا جو سورج کی گرمی سے بچائے اور جہنم کی لپک سے کچھ فائدہ نہیں دے گا۔ جب آگ بھڑکتی ہے تو جو چیز اس پر بلند ہوتی ہے اسے لہب کہتے ہیں وہ سرخ ہو، زرد ہو یا سبز ہو۔ ایک قول یہ کیا گیا: تین شاخوں سے مراد ضریع، زقوم اور غسلین ہے؛ یہ ضحاک کا قول ہے۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: لہب، انگارہ، دھواں، کیونکہ یہی تین حالتیں ہیں جب آگ خوب بھڑکتی ہے تو آگ کے یہی تین وصف ہوتے ہیں۔ ایک قول یہ کیا گیا: اس سے مراد وہ ابتدائی دھواں ہے جو آگ سے باہر نکلتا ہے پھر تین حصوں میں تقسیم ہو جاتا ہے جہاں تک نور کا تعلق ہے وہ مومنوں کے سروں پر رہے گا۔ ایک قول یہ کیا گیا: اس سے مراد گرد و غبار ہے وہ آگ کا شعلہ ہے جو انہیں احاطہ میں لیے ہوگا، پھر تین حصوں میں تقسیم ہو جائے گا وہ ان پر سایہ کیے رہے گا یہاں تک کہ حساب سے فراغت ہو جائے گی اور انہیں جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔ ایک قول یہ کیا گیا: یہ یحموم کا سایہ ہے جس طرح اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: فِیْ سَمُوْمٍ وَّ حَمِیْمٍ (42) وَّ ظِلٍّ مِّنْ یَّحْمُوْمٍ (43) لَّا بَارِدٍ وَّ لَا كَرِیْمٍ (44) (الواقعہ)

جیسے پہلے گزر چکا ہے حدیث طیبہ میں ہے: سورج لوگوں کے سروں کے قریب ہوگا اس روز ان پر کوئی لباس اور کفن نہیں ہوں گے سورج ان کو جھلسا دے گا، ان کی سانسوں کو گرفت میں لے لے گا اور اس دن کو لمبا کر دیا جائے گا پھر اللہ تعالیٰ جس کے حق میں چاہے گا اپنی رحمت کے ساتھ اپنے سایہ میں جگہ عطا فرمائے گا اس وقت وہ کہیں گے: فَمَنَّ اللّٰهُ عَلَیْنَا وَ وَقٰىنَا

1۔ تفسیر بغوی، جلد 4، صفحہ 434
2۔ صحیح مسلم، کتاب الجنۃ و صفۃ نعیمھا و اھلھا، باب ما فی الدنیا من انھار الجنۃ

عَذَابَ السَّمُوْمِ ۝ (طور) اللہ تعالیٰ نے ہم پر احسان فرمایا اور ہمیں عذاب سموم سے بچایا اور جھٹلانے والوں کو کہا جائے گا: تین شاخوں والے سایہ کی طرف چلو اللہ تعالیٰ کے اولیاء اس کے عرش کے سایہ میں ہوں یا جہاں وہ اپنے سایہ میں جگہ دینا چاہے گا یہاں تک کہ حساب سے فراغت ہو جائے گی پھر ہر فریق کو جنت اور جہنم کے مستقر کی طرف جانے کا حکم دے دیا جائے گا۔ پھر آگ کی صفت بیان کی۔

اِنَّهَا تَرْمِیْ بِشَرَرٍ كَالْقَصْرِ ۝ شرر کا واحد شررۃ ہے اور شرار کا واحد شرارۃ ہے۔ اس سے مراد وہ چیز ہے جو آگ کی جانب سے اڑتی ہے اصل میں شررت الثوب سے مشتق ہے یہ جملہ اس وقت بولتے ہیں جب تو اسے دھوپ میں پھیلائے تا کہ وہ خشک ہو جائے۔ قصر سے مراد بلند عمارت ہے۔ عام قراءت كَالْقَصْرِ صاد کے سکون کے ساتھ ہے اس سے مراد قلعے اور شہر ہیں اس کی جمع قصور آتی ہے، یہ حضرت ابن عباس اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما کا نقطہ نظر ہے یہ جنس کے طبقہ پر جمع کے معنی میں ہے۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: قَصْر یہ قَصْرَۃ کی جمع ہے جس طرح جَمْرَۃ کی جمع جَمْر، تَمْرَۃ کی جمع تَمْر آتی ہے قصر لکڑی کے موٹے ٹکڑے کو کہتے ہیں۔

بخاری شریف میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ہم موسم سرما کے تین تین ہاتھ کی یا اس سے کم لکڑیاں اٹھا کر رکھتے اور اسے قصر کا نام دیتے۔ سعید بن جبیر اور ضحاک نے کہا: اس سے مراد بڑے درخت اور بڑی کھجور کے تنے ہیں جب وہ گر پڑیں اور انہیں کاٹا جائے۔ ایک قول یہ کیا گیا: یہ اس کا ابتدائی حصہ ہے۔ حضرت ابن عباس، مجاہد، حمید اور سلمی نے اسے كالقصر پڑھا ہے اس سے مراد کھجور کا ابتدائی حصہ ہے۔ قصرۃ کا معنی گردن بھی ہے اس کی جمع قصر اور قصرات آتی ہے۔ قتادہ نے کہا: اس سے مراد اونٹ کی گردن ہے۔ سعید بن جبیر نے قاف کے کسرہ اور صاد کے فتحہ کے ساتھ پڑھا ہے یہ قصرۃ کی جمع بھی ہو سکتی ہے جیسے بدرۃ کی جمع بدر، قصعہ کی جمع قصع اور حلقہ کی جمع حلق آتی ہے یہ لوہے کے چھلوں کے لیے ہے۔ ابو حاتم نے کہا: شاید یہ بھی ایک لغت ہے جس طرح حاجۃ کی جمع حوج آتی ہے ایک قول یہ کیا گیا ہے: قصر سے مراد پہاڑ ہے شرر کو انگاروں سے مقدار میں قصر سے تشبیہ دی گئی پھر انہیں رنگوں میں سیاہ اونٹوں سے تشبیہ دی گئی صفر اس سے مراد سیاہ اونٹ ہیں عرب سیاہ اونٹوں کو صفر کہتے ہیں۔

شاعر نے کہا:

تِلْكَ خَیْلِیْ مِنْهُ وَتِلْكَ رِكَابِیْ هُنَّ صُفْرٌ أَوْلَادُهَا كَالزَّبِیْبِ

وہ اس کی جانب سے میرے گھوڑے اور میرے اونٹ ہیں وہ سیاہ ہیں ان کی اولادیں کشمش کی رنگت والی ہیں۔

سیاہ اونٹوں کو صفر کہا گیا ہے کیونکہ ان کی سیاہی میں زردی کی آمیزش ہوتی ہے جس طرح سفید ہرنوں کو اُدْم کہتے ہیں کیونکہ ان کی سفیدی پر گدلا پن غالب ہوتا ہے۔ انگارہ جب اڑے اور پھر گرے تو اس میں آگ کی رنگت ہوتی ہے جو سیاہ رنگ کے مشابہ ہوتی ہے جس میں زردی کی آمیزش ہوتی ہے۔

عمران بن خطان خارجی نے کہا:

دَعَتْهُمْ بِأَعْلَى صَوْتِهَا وَرَمَتْهُمْ بِمِثْلِ الْجِمَالِ الصُّفْرِ نَزَّاعَةُ الشَّوَى

اس نے انہیں بلند آواز سے بلایا اور انہیں زرد اونٹوں کی طرح پھینکا جو چہرے کو جھلسا دینے والی تھی۔

ترمذی نے اس قول کو ضعیف قرار دیا کہا: یہ قول لغت میں محال ہے کہ کوئی چیز ہو جس میں تھوڑی سی چیز کی آمیزش ہو تو تمام کو اس تھوڑی سی ملنے والی چیز کی طرف منسوب کر دیا جائے۔ جس نے یہ قول کیا ہے اس پر تعجب ہے جب کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: جِمٰلَتٌ صُفْرٌ ۞ ہم لغت میں ایسی کوئی چیز نہیں جانتے۔ ہمارے نزدیک اس کی توجیہ یہ ہے کہ آگ نور سے پیدا کی گئی وہ روشن آگ ہے جب اللہ تعالیٰ نے جہنم کو پیدا کیا جو آگ کی جگہ ہے وہ جگہ اس آگ سے بھر گئی اللہ تعالیٰ نے اس کی طرف اپنی قوت اور غضب بھیجا تو اس قوت وغلبہ کی وجہ سے وہ سیاہ ہو گئی اور اس کی گہرائی میں اور اضافہ ہو گیا۔ وہ آگ سے زیادہ سیاہ ہو گئی اور ہر چیز سے زیادہ سیاہ ہو گی، جب قیامت کا دن ہو گا میدان محشر میں جہنم کو لایا جائے گا تو وہ لوگوں پر شرارے پھینکے گی وہ اللہ تعالیٰ کے غضب کی وجہ سے غضبناک ہو گی وہ انگارے بھی سیاہ ہوں گے کیونکہ وہ سیاہ آگ کے ہوں گے۔ جب آگ اپنے انگارے پھینکے گی تو وہ دشمنوں کو مارے گی وہ آگ کے سیاہ ہونے کی وجہ سے سیاہ ہوں گے یہ موحدین تک نہیں پہنچیں گے وہ رحمت کے حجاب میں ہوں گے جنہوں نے مومنین کی موقف کو گھیر رکھا ہو گا۔ یہی وہ بادل ہے جس میں رب العالمین جلوہ افروز ہو گا لیکن وہ شراروں کے پھینکے جانے کے منظر کو دیکھیں گے جب وہ اس منظر کو دیکھیں گے تو اللہ تعالیٰ اس غضب اور ہیبت کو دور فرما دے گا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہا کرتے تھے: جِمٰلَتٌ صُفْرٌ ۞ سے مراد کشتیوں کی رسیاں ہیں۔ ان رسیوں کو ایک دوسرے کے ساتھ جمع کیا جائے گا یہاں تک کہ وہ مردوں کی کمریں محسوس ہوں گی؛ اسے امام بخاری نے ذکر کیا ہے وہ اسے جُمالات پڑھتے؛ اسی طرح مجاہد اور حمید نے جمالات پڑھا ہے اس سے مراد موٹی رسیاں ہیں اس سے مراد کشتی کی رسیاں ہیں قلوس کا واحد قلس ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ بھی مروی ہے: اس سے مراد تانبے کے ٹکڑے ہیں۔ موٹی رسی میں جو لفظ معروف ہے وہ جمل ہے جس طرح سورۃ الاعراف میں پہلے گزر چکا ہے۔ جمالات، جمالۃ کی جمع ہے گویا جمالہ، جمل کی جمع ہے جس طرح حجر کی جمع حجارۃ ہے اور ذکر کی جمع ذکارۃ ہے۔ یعقوب، ابن ابی اسحاق، عیسیٰ اور جحدری نے جُمالۃ پڑھا ہے یہ واحد کا صیغہ ہے اس سے مراد عظیم شی ہے جس کا ایک حصہ دوسرے کے ساتھ جمع ہو۔ حفص، کسائی اور حمزہ نے جِمالۃ پڑھا ہے اور سات میں سے باقی قراء نے جمالات پڑھا ہے۔ فراء نے کہا: یہ جائز ہے کہ جمالات، جمال کی جمع ہو جس طرح کہا جاتا ہے: رجل کی جمع رجال اور رجالات ہوتی ہے۔ ایک قول یہ کیا گیا: ان کی تیزی کی وجہ سے اونٹوں سے تشبیہ دی گئی ہے۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: بعض، بعض کی متابعت کرتے ہیں۔ قصر کی جمع قصور ہے قصر الظلام کا معنی تاریکیوں کا آپس میں ملنا ہے کہا جاتا ہے: اتیتہ قصرا میں عشاء کے وقت آیا، یہ مشترک ہے۔

جس طرح کسی نے کہا: کانھم قصرا مصابیح راھب گویا وہ عشاء کے وقت راہب کے چراغ ہیں۔

مسئلہ: اس آیت میں یہ دلیل موجود ہے کہ لکڑیوں اور کوئلہ کو ذخیرہ کرنا جائز ہے اگرچہ یہ غذا میں سے ہے کیونکہ یہ انسان کے مصالح اور ضروریات کو پورا کرنے کا باعث ہے یہ ان چیزوں میں سے ہے جو یہ تقاضا کرتی ہیں کہ انسان ضرورت کے

وقت کے علاوہ کسی چیز کو حاصل کرنے کا خیال رکھے تا کہ یہ چیز سستی مل جائے اور اس کے وجود کی حالت زیادہ ممکن ہو جس طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول مبارک یہ تھا کہ آپ اپنے مال اور کمائی سے اس وقت خوراک اکٹھی کر لیتے تھے جب خوراک عام پائی جاتی ہر شے اس پر محمول کی جائے گی۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اپنے اس ارشاد میں اس چیز کو بیان کیا ہے: ہم لکڑیوں کا ارادہ کرتے ہیں ہم تین تین ہاتھ یا اس سے زائد یا اس سے کم کاٹ لیتے اور موسم سرما کے لیے انہیں ذخیرہ کر لیتے ہم اس عمل کو قصر کا نام دیتے اس بارے میں جو گفتگو کی گئی ان میں سے یہ سب سے زیادہ صحیح ہے۔ واللہ اعلم۔

هٰذَا يَوْمُ لَا يَنْطِقُوْنَ ﴿٣٥﴾ وَلَا يُؤْذَنُ لَهُمْ فَيَعْتَذِرُوْنَ ﴿٣٦﴾ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿٣٧﴾

"یہ وہ دن ہوگا جس میں نہ وہ بول سکیں گے اور نہ انہیں اجازت ملے گی کہ وہ کچھ عذر پیش کریں۔ تباہی ہوگی اس روز جھٹلانے والوں کے لیے"۔

وہ اس وقت گفتگو نہ کریں گے۔ قیامت کے دن کے کئی مواقع اور محل ہیں یہ ان اوقات میں سے ہے جس میں وہ گفتگو نہ کریں گے اور انہیں معذرت کرنے کی اجازت نہ دی جائے گی۔

عکرمہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے کہ ابن ارزق نے ان سے هٰذَا يَوْمُ لَا يَنْطِقُوْنَ ﴿٣٥﴾ اور فَلَا تَسْمَعُ اِلَّا هَمْسًا ﴿١٠٨﴾ (طہ) کے بارے میں پوچھا جبکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: وَ اَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ يَّتَسَآءَلُوْنَ ﴿٢٥﴾ (الطور) تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اسے فرمایا: اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے تیرے رب کے ہاں ایک دن ان ہزار سالوں کی طرح ہے جنہیں تم شمار کرتے ہو۔ ان دونوں میں سے ہر ایک دن کی مقدار کا انداز ہے۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: وہ نفع مند بات نہ کریں گے۔ جو آدمی ایسی گفتگو کرے جو نفع مند نہ ہو وہ اس طرح ہے جیسے اس نے گفتگو کی ہی نہیں۔ حضرت حسن بصری نے کہا: وہ دلیل سے گفتگو نہیں کریں گے اگرچہ وہ گفتگو کریں گے۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: یہ ان کے جواب کا وقت ہے ارشاد فرمایا: اخْسَـُٔوْا فِيْهَا وَ لَا تُكَلِّمُوْنِ ﴿١٠٨﴾ (المومنون)

اس بارے میں گفتگو پہلے گزر چکی ہے۔ حضرت ابو عثمان رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ہیبت کو دیکھنے اور گناہوں کے حیاء نے انہیں خاموش کر دیا۔ جنید نے کہا: اس آدمی کے لیے کیا عذر ہو سکتا ہے جو منعم سے اعراض کرے، اس کا انکار کرے اور اس کے احسانات اور نعمتوں کی ناشکری کرے۔ یوم کا لفظ عام لوگوں کی قراءت میں مبتدا اور خبر ہونے کی حیثیت میں مرفوع ہے فرشتے کہیں گے: یہ ایسا دن ہے جس میں وہ گفتگو نہ کریں۔ یہ بھی جائز ہے کہ اِنْطَلِقُوْٓا فرشتوں کا قول ہے پھر اللہ تعالیٰ اپنے دوستوں سے فرمائے گا: یہ ایسا دن ہوگا جس میں کفار گفتگو نہ کریں گے۔ الیوم کا معنی ساعت اور وقت ہے۔

یحییٰ بن سلطان نے ابو بکر سے وہ عاصم سے روایت نقل کرتے ہیں کہ اس میں یوم کا لفظ منصوب ہے۔ ابن ہرمز اور دوسرے علماء سے مروی ہے: یہ بھی جائز ہے کہ یوم کا لفظ مبنی ہو کیونکہ وہ فعل کی طرف مضاف ہو اور اس کا محل رفع کا ہو؛ یہ کوفیوں کا نقطہ نظر ہے۔ یہ بھی جائز ہے کہ اشارہ یوم کی طرف نہ ہو؛ یہ بصریوں کا مذہب ہے کیونکہ ان کے نزدیک یہ مبنی ہوتا ہے جب اسے مبنی کی طرف مضاف کیا جائے یہاں فعل معرب ہے۔ فراء نے اللہ تعالیٰ کے فرمان: وَلَا يُؤْذَنُ لَهُمْ فَيَعْتَذِرُوْنَ ﴿٣٦﴾ کے

بارے میں کہا: یہاں فاء عاطفہ ہے یعتذرون کا عطف یوذن پر ہے۔ یہ جائز ہے کیونکہ آخر میں نون اعرابی موجود ہے اگر یہ فیعتذر وا ہوتا، آیات میں موافقت نہ ہوتی جب کہ یہ ارشاد فرمایا: لَا یُقْضٰی عَلَیْہِمْ فَیَمُوْتُوْا (فاطر: 36) یہاں فَیَمُوْتُوْا محل نصب میں ہے سب درست ہے اس کی مثل مَنْ ذَا الَّذِیْ یُقْرِضُ اللّٰہَ قَرْضًا حَسَنًا فَیُضٰعِفَہٗ (الحدید: 11) کون ہے جو اللہ تعالیٰ کو قرض حسن دے کہ اللہ تعالیٰ اس کے اجر میں کئی گنا اضافہ کر دے یہاں فَیُضٰعِفَہٗ کو مرفوع اور منصوب پڑھنا جائز ہے۔

ھٰذَا یَوْمُ الْفَصْلِ ۚ جَمَعْنٰكُمْ وَ الْاَوَّلِیْنَ ﴿۳۸﴾ فَاِنْ كَانَ لَكُمْ كَیْدٌ فَكِیْدُوْنِ ﴿۳۹﴾ وَیْلٌ یَّوْمَىِٕذٍ لِّلْمُكَذِّبِیْنَ ﴿۴۰﴾

"(اے کافرو!) یہ فیصلہ کا دن ہے (جس میں) ہم نے تمہیں اور اگلوں کو جمع کر دیا ہے۔ پس اگر تمہارے پاس کوئی چال ہے تو میرے خلاف استعمال کرو۔ تباہی ہو گی اس روز جھٹلانے والوں کے لیے"۔

انہیں کہا جائے گا: یہ وہ دن ہے جس میں مخلوقات کے درمیان فیصلہ کیا جائے گا اور حق پرست باطل پرست سے ممتاز ہو جائے گا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: اللہ تعالیٰ حضرت محمد مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کو جھٹلانے والوں اور آپ سے قبل کے انبیاء کو جھٹلانے والوں کو جمع کرے گا۔ ضحاک نے ان سے یہ روایت نقل کی ہے۔

اگر تمہارے پاس ہلاکت سے خلاصی کی کوئی صورت ہے تو اپنے لیے کوئی حیلہ کرو اور مجھ سے قوت میں مقابلہ کر لو تم ہرگز اس کو نہ پاؤ گے۔ ایک قول یہ کیا گیا: اگر تم جنگ پر قادر ہو تو مجھ سے جنگ کرو۔ ضحاک نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اسی طرح روایت کی ہے تم دنیا میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے جنگ کیا کرتے تھے اور مجھ سے جنگ کیا کرتے تھے آج تم مجھ سے جنگ کرو۔ ایک قول یہ کیا گیا: تم دنیا میں نافرمانیاں کیا کرتے تھے آج تم اس سے عاجز آچکے ہو اور اپنا دفاع کرنے سے بھی عاجز آچکے ہو۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قول کی حکایت ہے تو یہ حضرت ہود علیہ السلام کے قول کی طرح ہوگا: "تم میرے ساتھ خفیہ تدبیر کر لو پھر تم مجھے مہلت نہ دینا"۔

اِنَّ الْمُتَّقِیْنَ فِیْ ظِلٰلٍ وَّ عُیُوْنٍ ﴿۴۱﴾ وَّ فَوَاكِهَ مِمَّا یَشْتَهُوْنَ ﴿۴۲﴾ كُلُوْا وَ اشْرَبُوْا هَنِیْٓـٴًۢا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۴۳﴾ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ ﴿۴۴﴾ وَیْلٌ یَّوْمَىِٕذٍ لِّلْمُكَذِّبِیْنَ ﴿۴۵﴾

"بے شک پرہیزگار (اللہ کی رحمت کے) سایوں میں اور چشموں میں ہوں گے اور (ان) پھلوں میں ہوں گے جن کو وہ پسند کریں گے۔ (انہیں کہا جائے گا) مزے سے کھاؤ اور پیو اور ان اعمال کے صلہ میں جو تم کیا کرتے تھے۔ ہم یوں ہی صلہ دیا کرتے تھے نیکوں کاروں کو، تباہی ہو گی اس روز جھٹلانے والوں کے لیے"۔

یہاں اس چیز کے بارے میں خبر دی جس کی طرف متقی لوٹیں گے۔ ظِلٰلٍ سے مراد درختوں اور محلات کے سائے ہیں یہ اس سایہ کی جگہ ہوں گے جو تین شاخوں والا ہو گا۔ سورۂ یاسین میں ہے هُمْ وَ اَزْوَاجُهُمْ فِیْ ظِلٰلٍ عَلَى الْاَرَآىِٕكِ مُتَّكِـُٔوْنَ ﴿۵۶﴾ (یاسین) وہ اور ان کی بیویاں سایوں میں ہوں گی پلنگوں پر ٹیک لگائے ہوئے۔

ان کے لیے وہ پھل ہوں گے جس کی تمنا کریں گے۔ عام قراء کی قراءت ظلال ہے۔

اعرج، زہری اور طلحہ نے ظُلَلٍ پڑھا ہے جو ظلہ کی جمع ہے یعنی جنت میں وہ سائے میں ہوں گے۔

کھاؤ پیو یعنی متقین کو آخرت میں یہ کہا جائے گا جب کہ مشرکین کو کہا جائے گا: اگر تم کوئی حیلہ کر سکتے ہو تو حیلہ کرو۔ كُلُوْا وَاشْرَبُوْا یہ متقین کی ضمیر سے حال ہے جو ضمیر فِیْ ظِلٰلٍ کی ظرف میں ہے یعنی جار مجرور جس شبہ فعل کے متعلق ہے اس میں جو ضمیر ہے اس سے حال ہے جو شبہ فعل مستقرون ہے انہیں یہ کہا جائے گا: ہم انہیں بدلہ دیں گے جنہوں نے دنیا میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق اور اپنے اعمال میں احسان سے کام لیا۔

كُلُوْا وَ تَمَتَّعُوْا قَلِيْلًا اِنَّكُمْ مُّجْرِمُوْنَ ۝ وَيْلٌ يَّوْمَىِٕذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ۝

"(اے منکرو!) اب کھالو اور عیش کرلو تھوڑا سا وقت بے شک تم مجرم ہو۔ تباہی ہوگی اس روز جھٹلانے والوں کے لیے"۔

اس کلام کو متقین کے متعلق کلام سے قبل کلام کی طرف پھیرا جائے گا۔ یہ کلام وعید اور دھمکی ہے یہ المکذبین سے حال ہے مطلب یہ ہوگا جس وقت انہیں یہ کہا جائے گا اس وقت ان کے لیے ہلاکت ثابت ہوگی، کیونکہ تم مجرم ہو یعنی کافر ہو تم ایسا عمل (شرک و کفر) کرنے والے ہو جو تمہیں آخرت میں نقصان پہنچائے گا۔

وَ اِذَا قِيْلَ لَهُمُ ارْكَعُوْا لَا يَرْكَعُوْنَ ۝ وَيْلٌ يَّوْمَىِٕذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ۝ فَبِاَيِّ حَدِيْثٍۭ بَعْدَهٗ يُؤْمِنُوْنَ ۝

"اور (آج) ان سے کہا جاتا ہے اپنے رب کے سامنے جھکو تو نہیں جھکتے۔ تباہی ہوگی اس روز جھٹلانے والوں کے لیے۔ آخر کس بات پر وہ اس کتاب کے بعد ایمان لائیں گے"۔

وَ اِذَا قِيْلَ لَهُمُ ارْكَعُوْا لَا يَرْكَعُوْنَ ۝ جب ان مشرکوں کو یہ کہا جاتا ہے: نماز پڑھو تو وہ نماز نہیں پڑھتے؛ یہ مجاہد کا قول ہے۔ مقاتل نے کہا: یہ بنو ثقیف کے بارے میں نازل ہوئی جو نماز پڑھنے سے رک گئے تھے تو یہ آیت ان کے بارے میں نازل ہوئی۔ مقاتل نے کہا: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں کہا: "اسلام قبول کرلو" اور انہیں نماز کا حکم دیا تو ان کے بارے میں یہ حکم نازل ہوا۔ انہوں نے کہا: ہم نہیں جھکیں گے کیونکہ یہ ہمارے لیے گالی ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "ایسے دین میں کوئی بھلائی نہیں جس میں رکوع و سجود نہ ہو"۔ یہ بات ذکر کی جاتی ہے کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نماز عصر کے بعد مسجد میں داخل ہوئے آپ نماز عصر کے بعد نماز پڑھنے کو جائز خیال نہ کرتے تھے آپ بیٹھ گئے اور نماز نہ پڑھی ایک بچے نے ان سے کہا: اے شیخ! اٹھیے اور نماز پڑھیے آپ اٹھے اور نماز پڑھی اور اپنے مذہب کے مطابق اس سے کوئی جھگڑا نہ کیا۔ حضرت امام مالک سے اس بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے جواب دیا میں ڈر گیا کہ کہیں میں ان لوگوں میں شامل نہ ہو جاؤں جن کے بارے میں ہے وَ اِذَا قِيْلَ لَهُمُ ارْكَعُوْا لَا يَرْكَعُوْنَ ۝۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: یہ بات انہیں آخرت میں کہی جائے گی جب انہیں سجدہ کی دعوت دی جائے گی تو وہ

اس کی طاقت نہ رکھیں گے۔ قتادہ نے کہا: یہ دنیا میں ہوگا۔ ابن عربی نے کہا: یہ آیت اس امر پر حجت ہے کہ رکوع واجب ہے اور نماز میں یہ رکن ہے اس پر تمام علماء کا اجماع ہے۔ ایک قوم کا گمان ہے: یہ قیامت میں ہوگا وہ تکلیف کا گھر نہیں یعنی وہاں مقصود کسی فعل کا مطالبہ نہیں امر اس کی طرف ویل اور عقاب کی حیثیت سے متوجہ ہوگا۔ انہیں سجدہ کی دعوت دی جائے گی تاکہ دنیا میں لوگوں کا جو حال تھا وہ عیاں ہو جائے جو اللہ تعالیٰ کو سجدہ کیا کرتا تھا وہ سجدہ کر سکے گا جو ریا کاری کے طور پر سجدہ کیا کرتا تھا تو اس کی پشت سیدھی ہو جائے گی۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: جب انہیں کہا جائے گا حق کے لیے جھکو تو وہ نہ جھک سکیں گے یہ نماز اور دوسرے امور میں عام ہے نماز کا ذکر کیا گیا ہے کیونکہ توحید کے بعد وہ شرائع کی اصل ہے۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: ایمان لانے کا حکم دیا گیا ہے کیونکہ نماز ایمان کے بغیر درست نہیں۔

فَبِاَيِّ حَدِيْثٍۭ بَعْدَهٗ يُؤْمِنُوْنَ ۝ یعنی اگر وہ قرآن کی تصدیق نہ کریں جو معجزہ ہے اور رسول اللہ ﷺ کی صداقت پر دلیل ہے تو پھر وہ کس چیز کی تصدیق کریں گے؟

وَيْلٌ يَّوْمَىٕذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ۝ کو مکرر ذکر کیا گیا ہے تاکہ تخریف اور وعید کا اعادہ ہو۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: یہ تکرار نہیں کیونکہ ہر قول سے ایسی چیز کا ارادہ کیا گیا جو دوسرے قول سے ارادہ نہیں کیا گیا تھا گویا ایک چیز کا ذکر کیا گیا اور فرمایا: جو اس کو جھٹلاتا ہے اس کے لیے ہلاکت ہے پھر ایک چیز کا ذکر کیا اور کہا: جو اس کو جھٹلاتا ہے اس کے لیے ہلاکت ہے پھر ایک اور چیز کا ذکر کیا اور کہا: جو اس کو جھٹلاتا ہے اس کے لیے ہلاکت ہے، پھر آخر تک اسی طرح ہے۔